رسائل و مسائل

آیۂ ختم نبوت کا مفہوم

"آیت خاتم النبیین کے سیاق و سباق پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ آیت ان لوگوں کے اعتراض کے جواب میں نازل فرمائی گئی ہے جنہوں نے آنحضرت صلعم پر رسومات قدیم کی بنا پر یہ اعتراض کیا تھا کہ آپ نے متبنٰی کی مطلقہ سے نکاح کیا جس کی حرمت ایسی ہی ہے جیسی صلبی بیٹے کی مطلقہ سے نکاح کر لینے کی حرمت اس کا جواب آیت خاتم النبیین سے دیا گیا ہے۔

اب آیت خاتم النبیین ملاحظہ کیجئے جس کے الفاظ حسب ذیل ہیں:۔

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَٰكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا ۔ (۳۳،۵)۔

اس آیت کے چار ٹکڑے ہیں:۔

(۱) ماکان محمدٌ ابا احد من رجالکم یعنی تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں۔

(۲) ولکن رسول اللہِ ۔ مگر وہ اللہ کے رسول ہیں۔

(۳) وخاتم النبیین ۔ اور خاتم ہیں انبیا کے۔

(۴) وکان اللہ بکل شیءٍ علیماً ۔ اور اللہ ہر چیز جانتا ہے۔

فقرۂ نمبر اول پر غور کرنے سے تو جواب مل جاتا ہے جو بالکل معقولی رنگ اپنے اندر رکھتا ہے کہ محمدؐ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں، اور زید تمہارے مردوں میں سے ایک مرد ہے لہذا

محمد صلی اللہ علیہ وسلم حقیقی معنوں میں اس کے باپ نہیں ہیں، اور جب وہ اس کے باپ نہیں ہیں تو زید ان کا بیٹا بھی نہیں۔ اور جب زید ان کا بیٹا نہیں تو زید کی بیوی ان کی بہو بھی نہیں اور جب زینب ان کی بہو نہیں تو زید کے طلاق دینے کے بعد وہ ان پر حرام کیسے ہو سکتی ہے۔

مگر اس کے بعد کا فقرہ ہے ولکن رسول اللہ اور تیسرا فقرہ وخاتم النبیین اور چوتھا فقرہ وکان اللہ بکل شیٔ علیماً ہے۔ جس طرح پہلے فقرے کا اعتراض کے جواب کے ساتھ نہایت معقول اور موزوں تعلق معلوم ہوتا ہے اور ہر ایک کی سمجھ میں آسکتا ہے کہ اعتراض کا جواب اس میں نہایت صفائی اور مناسبت سے دیا گیا ہے، اس طرح بعد کے فقروں کا کوئی ربط سیاق کلام کے ساتھ نظر نہیں آتا۔ رسول کی رسالت اور ختم نبوت اور اللہ کے علیم ہونے کا ذکر یہاں کیا مناسبت رکھتا ہے، اور ابتدائی فقروں سے اس بیان کو کیا ربط ہے؟

خاکسار

ابوالبرکات وکیل ۔ حیدرآباد دکن

ترجمان القرآن ۔ آپ نے اس سے پہلے کی آیت پر غور نہیں فرمایا۔ اسی لیے ربط کلام کی حیثیت سمجھ میں نہیں آئی۔ کلام کی ابتدا یوں ہوتی ہے کہ حضرت زید نے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متبنیٰ تھے اپنی بیوی سیدہ زینب بنت جحش کو طلاق دینے کا ارادہ ظاہر کیا۔ حضور نے ان کو حکم دیا کہ اَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللّٰهَ (احزاب آیت ۳۷) اپنی بیوی کو اپنی زوجیت ہی میں رکھ اور اللہ کا خوف کر۔ مگر زید طلاق کا عزم کر چکے تھے۔ انہوں نے اپنے اس ارادہ کو پورا کر ڈالا، اور طلاق دے دی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم خود ارادہ رکھتے تھے کہ حضرت زینب کے ساتھ نکاح فرمائیں، مگر اس خیال سے ہچکچا رہے تھے کہ لوگ اس پر باتیں بنائیں گے کہیں گے کہ یہ کیسا نبی ہے جو ایک شخص کو بیٹا بھی بناتا ہے اور پھر اس کی مطلقہ بیوی سے شادی بھی کرتا ہے۔ حضور کو خوف تھا کہ منافقین اور کفار کی ان چہ میگوئیوں سے کہیں مسلمانوں کے

ایمان میں فرق نہ آجائے یا کہیں ایسا نہ ہو کہ کوئی شخص اسلام قبول کرنے پر آمادہ ہو اور اپنے جاہلانہ مزعومات کے خلاف ایک ایسے فعل کا صدور آپ سے دیکھ کر اس کا دل پھر جائے، جس کو وہ عام خیال کے بموجب مکروہ سمجھتا ہے۔ حضور چونکہ اشاعت اسلام کے لیے بے انتہا حریص تھے، اس لیے آپ نے خیال فرمایا کہ ایک چھوٹے سے فائدے یعنی محض ایک جاہلانہ خیال کا ابطال، اور ایک فعل کا جواز ظاہر کرنے کے لیے ایک بڑے فائدے یعنی اشاعت اسلام کو کیوں نقصان پہنچایا جائے۔ اسی وجہ سے آپ اپنے دل میں اس ارادے کو چھپائے ہوئے تھے، اور اس پر عمل درآمد کرنے میں تامل فرما رہے تھے جیسا کہ
(احزاب آیت ۳۷) ترجمہ: اور تم اپنے دل میں وہ بات چھپائے ہوئے تھے
وَتُخْفِي فِي نَفْسِكَ مَا اللَّهُ مُبْدِيهِ سے ظاہر ہوتا ہے۔ لیکن دوسری طرف اللہ تعالیٰ کا مقصد اور تھا۔ دنیا نہ جانتی تھی، اور شاید خود حضور اکرم کو بھی اس وقت تک یہ نہ بتایا گیا تھا کہ حضور دنیا میں اللہ تعالیٰ کے آخری نبی ہیں، اور اللہ تعالیٰ آپ کے ذریعہ سے اپنی شریعت کی تکمیل اور اپنے بندوں پر اپنی نعمت کا اتمام کرانا چاہتا ہے، اور ارادہ الٰہی یہ ہے کہ باب نبوت بند ہونے سے پہلے اللہ کا قانون بتمام و کمال ظاہر اور نافذ کر دیا جائے تاکہ کوئی چیز ایسی چھوٹنے ہی نہ پائے جس کو بندوں تک پہنچانے کے لیے پھر کوئی نبی بھیجنے کی ضرورت داعی ہو اور نہ جاہلیت کا کوئی ایسا اثر باقی رہ جائے جس کو مٹانے کے لیے پھر کسی پیغمبر کا آنا ضروری ہو۔ یہ مصلحت عظمیٰ بندوں کی نظر سے پوشیدہ تھی، مگر اللہ اس کو جانتا تھا۔ اس نے اپنے نبی کو حکم دیا کہ تم ہرگز کسی کی چہ میگوئیوں کا خوف نہ کرو اور بلا تامل زینب سے نکاح کر لو تاکہ اہل ایمان سے قانون کا یہ مسئلہ پوشیدہ نہ رہ جائے کہ منہ بولا بیٹا اصلی بیٹا نہیں ہے اور اس کے احکام وہ نہیں ہیں جو صلبی اولاد کے ہوتے ہیں۔ لِكَيْ لَا يَكُونَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ حَرَجٌ فِي
(احزاب آیت ۳۷) ترجمہ — تاکہ مومنوں پر اپنے منہ بولے بیٹوں کی بیویوں کے بارے میں
أَزْوَاجِ أَدْعِيَائِهِمْ۔ اول تو احکام الٰہی کے اظہار و بیان اور ان کے مطابق عمل درآمد کرنے میں تم کو کسی کا خوف ہی نہ کرنا چاہیے، کیونکہ اللہ اس کا زیادہ حقدار ہے کہ اس کا خوف کیا جائے (وَتَخْشَى
(احزاب آیت ۳۷)
النَّاسَ وَاللَّهُ أَحَقُّ أَنْ تَخْشَاهُ)۔ دوسرے تم تو ہمارے رسول ہو، تمہارے لیے جو چیز مقرر

ٹھیرا دی ہے، اس پر عمل کرنے میں کوئی امر تم کو مانع نہ ہونا چاہیے۔ (مَا كَانَ عَلَى النَّبِيِّ مِنْ حَرَجٍ فِيمَا فَرَضَ اللّٰهُ لَهُ) تم سے پہلے بھی تمام پیغمبر اسی طرح سے ہمارے احکام بیان کرتے اور ان پر عمل کرتے رہے ہیں (سُنَّةَ اللّٰهِ فِي الَّذِينَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ) اور ان احکام کو ظاہر اور نافذ کرنے میں انہوں نے خدا کے سوا کبھی کسی کی مخالفت یا ملامت کی پروا نہیں کی ہے (الَّذِينَ يُبَلِّغُونَ رِسَالَاتِ اللّٰهِ وَيَخْشَوْنَهُ وَلَا يَخْشَوْنَ أَحَدًا إِلَّا اللّٰهَ) تیسری بات جو سب سے زیادہ اہم ہے، اور جس سے تمہارے علاوہ تمام مسلمانوں کو بھی باخبر ہونا چاہیے، وہ یہ ہے کہ تم نہ صرف اللہ کے رسول ہو جس کا کام یہ ہے کہ کسی کی پروا کیے بغیر اللہ کے احکام نافذ کرے، بلکہ خصوصیت کے ساتھ تم پر اس معاملہ میں زیادہ ذمہ داری اس وجہ سے عائد ہوتی ہے کہ تمہارے بعد نبوت کا سلسلہ ختم کیا جا رہا ہے اور ناگزیر ہے کہ تمہارے ذریعے سے ہمارے قانون کے تمام ضروری احکام نافذ ہو جائیں۔ اگر ہم تمہارے بعد بھی کوئی نبی بھیجنے والے ہوتے تو یہ ممکن تھا کہ اپنے قانون کی بعض دفعات بعد والے نبی کے لیے روک لیتے۔ مگر اب تو تمہارے بعد کوئی نبی آنے والا نہیں، اس لیے تم کو اور تمہارے ذریعہ سے تمام مسلمانوں کو معلوم ہو جانا چاہیے کہ تمہارے ہی ہاتھوں سے جاہلیت کے آثار میں سے ایک ایک اثر مٹایا جائے گا، قانون الٰہی کی دفعات میں سے ایک ایک دفعہ نافذ کرائی جائے گی، اور اس میں کسی کے جذبات، معتقدات، مزعومات کی پروا نہ کی جائے گی۔

یہ وہ مضمون ہے جو آیات کی ترتیب اور ان کے تسلسل پر غور کرنے سے واضح طور پر سمجھ میں آتا ہے اب آیت کے الفاظ پر بھی غور کیجیے مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ کہنے کے بعد جو لٰکن رَسُولَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ کہا گیا اس میں وجہ ربط یہ ہے کہ اول تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم زید کے حقیقی باپ ہی نہیں ہیں۔ اس لیے اس مصاہرت کی کوئی حقیقت نہیں جس کی بنا پر زینب ان پر حرام ہو، اور ان کے ساتھ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح کرنے پر کوئی اعتراض کیا جا سکے۔ دوسرے

جس وجہ سے ان کا زینب کے ساتھ نکاح کرنا ضروری ہوگیا ہے وہ یہ ہے کہ وہ اللہ کے رسول ہیں اور رسول بھی ایسے ہیں کہ ان کے بعد کوئی رسول آنے والا نہیں ہے، اس لیے ان کے ذریعہ سے نہ صرف شریعت کے اس مسئلہ سے تم کو آگاہ کرنا ضروری ہے کہ منہ بولے بیٹے کے احکام صلبی اولاد کے سے نہیں ہیں بلکہ خود ان سے عمل درآمد کرا دینا بھی ناگزیر ہے تاکہ تمہارے دلوں سے اس فعل کی کراہیت نکل جائے اور تم ایک حلال و جائز امر کو محض جاہلیت کی وجہ سے برا نہ سمجھتے رہو۔ اس کے بعد کل شیءٍ علیماً فرمایا گیا۔ اس سے دو فائدے نکلتے ہیں۔ ایک یہ کہ تم جاہل ہو، متبنّٰی کی مطلقہ بیوی سے تم نکاح کرنا مکروہ سمجھتے ہو، مگر اللہ سب کچھ جانتا ہے اسے معلوم ہے کہ اس فعل میں کوئی امر قابلِ کراہت نہیں۔ وَمَا جَعَلَ أَدْعِيَاءَكُمْ أَبْنَاءَكُمْ ذَٰلِكُمْ قَوْلُكُم بِأَفْوَاهِكُمْ وَاللَّهُ يَقُولُ الْحَقَّ (احزاب آیۃ ۴)

دوسرے یہ کہ اللہ خوب جانتا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے اس غلط اور جاہلانہ رسم کو توڑنا کیوں ضروری ہے۔ اس راز کو تم نہیں جانتے۔

اس کے علاوہ اس آیت میں چند لطائف بھی ہیں مثلاً یہ کہ آیت اَلنَّبِيُّ أَوْلَىٰ بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنفُسِهِمْ وَأَزْوَاجُهُ أُمَّهَاتُهُمْ (احزاب آیۃ ۶) میں تمام امت کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پدر معنوی ہونے کی طرف جو اشارہ کیا گیا تھا اس کو یہاں زیادہ واضح کر دیا گیا۔ اگرچہ موقع و محل صرف اس امر کی تصریح کا مقتضی تھا کہ زید حضور کا حقیقی بیٹا نہیں ہے مگر حق تعالیٰ نے اپنے کلام بلیغ میں اس مفہوم کو یوں ادا فرمایا کہ گو محمد صلی اللہ علیہ وسلم تم میں سے کسی کے بھی حقیقی باپ نہیں ہیں، مگر باپ سے بڑھ کر ہیں کہ اللہ کے رسول ہیں۔ باپ کی کسی بات پر اعتراض کروگے یا دل میں برا سمجھوگے تو محض بدتمیزی یا گستاخی یا حد سے حد معصیت ہوگی۔ مگر یہ ایسے باپ ہیں کہ اگر ان کی طرف سے تمہارے دل میں بدگمانی کا شائبہ بھی پیدا ہو گیا تو ایمان ہی سلب ہو جائے گا۔

دوسرا لطیفہ یہ ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد ذکور میں سے کسی کے زندہ نہ رہنے کی وجہ بھی

ایک نہایت بلیغ انداز میں ظاہر کردی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی یہ سنت رہی ہے کہ انبیاء اولوالعزم کی اولاد میں سے کسی نہ کسی کو ضرور منصب نبوت سے سرفراز فرمایا گیا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے خاندان کو دیکھیے آپ کے دو بیٹے ہوئے اور دونوں نبی ہوئے۔ حضرت اسمٰعیلؑ کی اولاد میں سردارِ انبیا پیدا کئے گیے۔ حضرت اسحاقؑ کی اولاد میں حضرت یعقوبؑ، حضرت یوسفؑ، حضرت موسیٰؑ، حضرات داؤد، سلیمان، ذکریا، یحییٰ اور عیسیٰ علیہم السلام پیدا ہوئے اس قاعدے کے موجب اگر حضور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد ذکور زندہ رہتی تو ان میں سے بھی کسی کو نبوت سے سرفراز کیا جاتا جیسا کہ خود حضور نے اپنے صاحبزادے حضرت ابراہیم کے حق میں فرمایا ہے کہ لو عاش لکان نبیا اگر زندہ رہتا تو ضرور نبی ہوتا لیکن اللہ تعالیٰ کا ارادہ یہ تھا کہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام پر نبوت ختم کردی جائے۔ اس لئے اس نے آپ کے صاحبزادوں کو بچپن ہی میں اٹھالیا، اور آیت زیر نظر میں اس امر کی طرف بھی اشارہ فرمادیا کہ محمد خاتم النبیین ہیں، اس لیے ان کو تمہارے مردوں میں سے کسی کا باپ نہیں بنایا گیا۔

وَلٰكِنْ رَّسُولَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ کہنے کے بعد وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا۔ ارشاد فرمانے میں ایک لطیف اشارہ اس طرف بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا علم اس امر سے متعلق ہو چکا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی آنے والا نہیں ہے۔ اور جس بات سے اللہ کا علم متعلق ہو چکا ہو اس کا غلط ہونا قطعاً غیر ممکن ہے۔ لہذا آپ کے بعد کوئی شخص ہرگز ہرگز نبوت سے سرفراز نہ ہوگا جو شخص اللہ کو سچا اور اس کے علم کو حقیقی مانتا ہے وہ کسی ایسے شخص کی تصدیق نہیں کر سکتا جو آپ کے بعد نبوت کا دعویٰ لے کر اٹھے کیونکہ اس کی تصدیق علم آلٰہی کی تکذیب ہوگی اور یہ علم الٰہی کی تکذیب کسی دل میں ایمان کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتی۔